کے آثار قدیمہ برآمد ہوئے تو یہ تسلیم کر لیا گیا یہ دونوں الگ الگ دو مصلحین تھے۔

مہا بیر جی کا اصل نام وردھمان تھا۔ مہا بیر کے معنی ہیں بڑا بہادر، اور جین کے معنی ہیں فاتح و کامران، یہ دونوں الفاظ القاب ہیں۔ مہا بیر کا لقب اس طرح ملا کہ بچپن میں شری وردھمان جی بچوں کے ساتھ شاہی باغ میں کھیل رہے تھے۔ ایک ہاتھی مست ہو کر وہاں آنکلا ہاتھی بری طرح چنگھاڑ رہا تھا۔ سب بچے تو بھاگ گئے لیکن وردھمان جی مقابلہ پر ڈٹ گئے ہاتھی نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ ہاتھی کا سونڈہ پکڑ کر اس کے سر پر جا بیٹھے۔ اور اسے لاکر فیل خانہ میں پہنچا دیا۔ اس وقت مہاراجہ نے اپنے راجکمار کو مہا بیر کا لقب دیا۔

جین کا لقب انہیں اس وقت ملا جب وہ اپنی ساری خواہشوں پر فتح پاکر، گھر بار اور راج محل کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہنے لگے۔

مہا بیر کی ولادت اور ان کے ذہنی انقلاب کا وقت متعین کرنا بڑا مشکل کام ہے، روایتوں میں شدید اختلافات اور ایسے مبالغے ہیں کہ طالب علم کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ بُدھی روایتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہاتما بدھ سے مہا بیر جی دس گیارہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے، اور تقریباً نو دس سال پہلے وفات پا گئے۔ ان روایتوں کی مدد سے مہا بیر جی کی زندگی کے قیاسی سنین یہ بنتے ہیں، اور یہی عہد حاضر کے اہل تحقیق کے نزدیک تسلیم کر لئے گئے ہیں۔

ولادت	تقریباً	۵۷۱ھ ق م	
شادی	"	۵۵۲ھ ق م	بعمر ۱۹ سال
ترک دنیا	"	۵۴۰ھ ق م	
ابتدائے تبلیغ	"	۵۲۵ھ ق م	
وفات	"	۴۹۷ھ ق م	

مقام ولادت :۔ ریاست مگدہ کے صدر مقام راجگیر کے راج محل میں تقریباً وہاں جہاں آج کل گر یک نام کا ایک گاؤں آباد ہے ۔

وفات :۔ کوہ آبو (گجرات) کے دامن میں ۔ یا بہار کے ہزاری باغ جنگل میں ۔

مہابیر جی کے والد راجہ مگدہ کا نام نہیں ملتا اور جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ کسی طرح قرین قیاس بھی ثابت نہیں ہوتا ۔ یہی حال آپ کی والدہ کے نام کا ہے ۔ بعضوں نے مہاراجہ مگدہ کی بہت سی پٹ رانیوں میں سے لاجونتی نام کی ایک خاتون کو ان کی والدہ قرار دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے ۔ کسی روایت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی کہ اس وقت کے راج محل میں کوئی لاجونتی نام کی خاتون تھیں ۔

سوانح عمری

مہابیر جی کی مختصر سوانح عمری یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ مہاراجہ مگدھ کے دوسرے فرزند یعنی منجھلے راجکمار تھے ، ان کی پرورش راج محل میں ہوئی ۔ انہوں نے اس وقت کے مروجہ علوم بہ شمول وید و زبان سنسکرت حاصل کئے ، یہ بڑے حساس اور ذہین آدمی تھے ۔ جب انیس سال کے ہوئے تو ان کی شادی بڑے دھوم دھام سے ایک قریبی زمیندار کی صاحبزادی سے ہو گئی ان کی اہلیہ کا نام بھی نہیں ملتا اور نہ یہ قصہ ملتا ہے کہ ان کے گھر کوئی اولاد ہوئی ۔ بارہ سال تک یہ شہزادوں کی طرح آرام و آسائش اور چین کی زندگی بسر کرتے رہے ۔ جب اکتیس سال کے ہوئے تو ان کی والدہ اور والد دونوں تعذیب نفس کرتے ہوئے وفات پا گئے ۔ اس حادثہ سے ان کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا اور یہ راج محل کو چھوڑ کر جنگل کو چلے گئے ۔ تقریباً ۱۵ سال تک پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرنے کے بعد انہوں نے اپنے مسلک کی تبلیغ شروع کی ۔ پہلے چند شاگرد بنائے اور انہیں لے کر دور افتادہ پہاڑوں

میں ریاضت کرتے رہے، اس کے بعد ان کے شاگردوں کی تعداد روز بروز بڑھتی رہی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی دوروں میں وہ ایک کوہ آبو کے دامن میں جا پہنچے اور وہیں ۴۰ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا، ان کی قبر یا سمادھ کا کہیں پتہ نہیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ان کا انتقال بہار ہی کی کسی پہاڑی پر یا ہزاری باغ کے جنگل میں ہوا۔

مہابیر جی کی وفات تقریباً ۵۹۷ق م میں ہوئی۔ اس وقت مہاتما بدھ زندہ تھے اور آئندہ ۹ سال تک زندہ رہے۔ مہابیر جین کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں میں کوئی قابل ذکر اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ اور اگر پیدا ہوا تو اس کی کوئی کہانی ہم تک نہیں پہنچی۔ البتہ یہ ہوا کہ ان کی وفات کے بعد کئی سو سال تک نہ ان کا کوئی مندر بنا اور نہ کوئی استھان قائم ہوا۔ وجہ ظاہر ہے کہ جب کوئی عبادت ہی نہیں تو عبادت خانہ کس لئے بنتا۔ موریا گپت کے بعد عبادت خانہ یا مندر بنے۔ پہلے مہابیر جی اور ان کے ساتھ ۲۲ مفکرین کے بت مندروں میں رکھے گئے۔ لیکن یہ محض یادگار تھے۔ نہ ان کی تعظیم ہوتی تھی اور نہ پوجا، آہستہ آہستہ پہلے تعظیم شروع ہوئی۔ پھر باقاعدہ پوجا شروع ہو گئی۔ پھر جب مورتی کھنڈن کی تحریک شروع ہوئی تو چند سال کے اندر ہی ساری مورتیاں مندروں سے نکال دی گئیں۔

جینی صحرا نشینوں میں صرف ایک اختلاف لباس کا پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ سفید کپڑے پہنتے ہیں، وہ بھی بن سلے، یہ لوگ سوتیا مبر کہلاتے ہیں، اور کچھ لوگ بالکل ننگے رہتے ہیں یہ لوگ دگمبر کہلاتے ہیں۔ ان کے عقیدہ میں کپڑے پہننا دنیاداری اور محض حب زینت ہے اس سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ ہندوستان میں انہیں ناگا سادھو بھی کہتے ہیں۔

تعلیمات

شری مہابیر جی کی تعلیمات کو آسان الفاظ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ انسانی زندگی پر از آلام ہے۔

۲۔ آلام کا سرچشمہ انسان کی اپنی خواہشات ہیں۔

۳۔ خواہشات لامحدود ہیں۔

۴۔ جب انسان کی کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی تو اس کو غم والم سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

۵۔ اس لئے انسان خوشی سے صرف اسی صورت میں ہمکنار ہو سکتا ہے جب کہ ہر قسم کی چھوٹی بڑی خواہش کو اپنے دل سے نکال پھینکے اور گھور تپسیا یعنی شدید تعذیب نفس کا طریقہ اختیار کرے، حتیٰ کہ اسی حالت میں جان دے دے یہی نروان ہے، اور یہی کامرانی ہے۔ پھر اسے نہ تو کرم کے چکر میں آکر سمسار یعنی بطور سزا دوبارہ دنیا میں آنا پڑے گا اور نہ دکھ اٹھانا پڑے گا

یہ پانچ اصول ہیں سلبی، ان کے بعد آدمی کو پانچ ایجابی عمل بھی کرنا ضروری ہے۔

۱۔ اول کسی جاندار کو زبان سے یا ہاتھ سے یا کسی طرح کوئی دکھ نہ دے بلکہ ان کا تحفظ کرے۔

۲۔ دوم چوری نہ کرے۔

۳۔ سوم کبھی جھوٹ نہ بولے۔

۴۔ چہارم لذت کے حصول سے دور رہے۔ خصوصاً جنسی التذاذ اور نشہ آور اشیاء کے استعمال سے۔

۵۔ پنجم کبھی کسی قسم کی تمنا یا لالچ دل میں آنے نہ دے

مہابیر جی نے گناہ سے توبہ یا کفارہ کی کوئی صورت نہیں بتائی۔ اسی طرح امید کی کوئی کرن شری مہابیر وردھمان جین کی تعلیمات میں نہیں ہے۔ معمولی انسان بھی ان کی تعلیمات پر غور کر کے بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ ساری باتیں خوش گوار نغموں سے زیادہ کوئی اور حیثیت نہیں رکھتیں، نہ کبھی ان پر پوری طرح عمل ہو سکا اور نہ ہو سکتا

ہے۔ اور اگر آبادی کا دس فیصد حصہ بھی ان پر عمل پیرا ہو جائے تو دنیا کا سارا کارخانہ یکلخت بند ہو جائے گا۔ نہ کوئی ہل چلائے گا کہ اس سے کیڑے مکوڑوں کی موت کا خطرہ یقینی ہے، نہ کوئی کارخانہ چل سکے گا کہ اس سے بھی چھوٹے بڑے سینکڑوں قسم کے جانور مر جاتے ہیں۔ نہ کوئی تعلیم حاصل کرے گا کہ یہ بھی ایک بُری تمنا کے ماتحت ہوتا ہے۔ نہ کہیں بچے پیدا ہوں گے اس لئے کہ یہ جنسی التذاذ اور تمام تر نتائج تمنا ہوتے ہیں، نہ کوئی کوزہ گر یا کسی قسم کا صنعت کار کچھ کرے گا کہ یہ ساری صنعتیں دنیا داری کے جذبات کی پیداوار ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج سود خواری، نفع اندوزی اور استحصال ناجائز میں یہودیوں سے بھی جینی دو چار قدم آگے ہی ہیں ہندو سود خواروں میں سب سے بڑی تعداد جینیوں ہی کی ہے۔ اسی طرح زر اندوزی میں یہودی بھی ان سے مات کھا جاتے ہیں۔ میری آنکھوں نے یہ مناظر دیکھے ہیں کہ ۱۹۴۵ء میں جب کلکتہ میں قحط پڑا اور لاکھوں آدمی مغربی بنگال میں فاقوں سے مر گئے تو جینی سیٹھ صاحبان صبح کو پارک سرکس جا کر چیونٹیوں کو شکر ڈال آتے تھے لیکن اپنے گودام میں پڑے ہوئے چاولوں کے بیس ہزار تھیلوں میں ایک سیر چاول پانچ روپے میں بھی کسی ضرورت مند کو دینے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے اور وہ فاقہ کش نائی ٹولہ کے نالے میں فاقوں سے نڈھال ہو کر گرتا اور مر جاتا تھا۔ عقیدہ اور عمل کا یہ تضاد شاید ان ہی خوش آئند مگر ناممکن العمل نصائح کا نتیجہ تھا۔ یہ غیر متوازن اور متضاد تعلیمات سننے میں جتنی اچھی ہیں۔ عمل میں اتنی اچھی نہیں ہو سکتی ہیں۔

تحریک پاکستان میں علماء کا کردار

کرم حیدری

برصغیر ہند و پاکستان میں جب مسلمانوں کی قوت زوال پذیر ہوئی اور ایک غیر ملکی سامراجی قوت نے قدم بہ قدم آگے بڑھنا شروع کیا تو مسلمانوں کے جس طبقے نے سب سے پہلے اس فتنے کا اندازہ لگایا اور عملی طور پر اس کی روک تھام کی کوششیں کیں وہ طبقہ علماء کا تھا۔ علمائے امت نے صرف اس پر اکتفا نہ کیا کہ زعمائے قوم کو اس خطرے کے خلاف مناسب تدابیر اختیار کرنے کے مشورے دیئے۔ اور عامۃ المسلمین میں جہاد کے جذبے کو بھی زندہ رکھا بلکہ جہاد کے لئے خود بھی اپنے حجروں اور خانقاہوں سے باہر نکلے مجاہدین کی تنظیم کی اور دشمنوں کے خلاف میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے رہے۔ مجاہدین کی اولین عسکری تنظیم جس نے پہلے سکھوں کی بالادستی ختم کر کے شمال مغربی ہندوستان میں اپنے قدم جمانے اور پھر وسیع پیمانے پر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا پروگرام بنایا وہ علمائے کرام کی باکمال بصیرت اور سرفروشانہ شجاعت ہی کی مرہون منت تھی۔ ان علمائے حق میں جناب سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے جس عزم و ہمت کے ساتھ جہاد کیا اور جہاد کرتے ہوئے شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے وہ ہماری تاریخ حریت کی زندۂ جاوید داستان ہے۔ ان کے علاوہ بیسیوں اور علمائے حق ایسے گزرے ہیں جنہوں نے میدان جہاد میں اپنے جوہر دکھلائے اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہر